شبیر احمد منصوری ☆

قلب انسانی ---- ماہیت و کیفیات

قلب انسانی مجمع البحرین

انسان کی روحانی و مادی حیات کا مرکز و محور قلب انسانی ہے۔ انسان کی روحانی و مادی حیات کے سوتے اسی سرچشمے سے پھوٹتے ہیں۔ قلب انسانی حیات انسانی کی ہر دو نوع کے لئے مجمع البحرین کی حیثیت رکھتا ہے' جہاں دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا--- انسان کا حقیقی وجود اور اس کی اصلیت روح ہے جبکہ مادی پیکر اس حقیقی وجود کا مظہر ہے۔ روح انسانی کے اندر فعال عنصر ہے' روح کی فعالیت اور حرکت و عمل کا اظہار مادی جسد کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ جبکہ یہ مادی انسانی ہیکل روح کے بغیر قائم و برقرار نہیں رہ سکتا۔ انسانی جسد "عالم مظہر" کا نمائندہ ہے اور وہ نورانی نقطہ جس کو روح کہتے ہیں عالم روحانی کا فیضان ہے۔ عالم لاہوت اور عالم ناسوت کا یہ حسین امتزاج ایک ایسا وجود اور شاہکار ہے کہ پوری کائنات میں اس کی کوئی مثال نہیں۔ یقیناً انسان بے مثل عجوبہ کائنات ہے۔ مادے اور روح کو باہم ایک دوسرے سے کچھ مماثلت نہیں ہے۔ دونوں کے خواص و صفات میں اس قدر تضاد ہے کہ دونوں کی ہم آہنگی اور ملاپ ناممکن نظر آتا ہے۔ دونوں میں بعد المشرقین ہے مگر ایک مرکز ایسا ہے کہ جہاں حیات انسانی کے یہ دو متضاد پہلو باہم یکجا دکھائی دیتے ہیں اور وہ مرکز ہے قلب انسانی۔

قلب انسانی کی اہمیت

انسانی قلب کی دھڑکنیں دراصل انسانی حیات کی ساعتیں ہیں۔ انہیں ساعتوں سے اس کے شب و روز بنتے اور مہ و سال ترتیب پاتے ہیں۔ اس مرکز سے جہاں خون کی گردش رکی وہیں انسانی زندگی کا خاتمہ عمل میں آجاتا ہے۔ نہ آنکھوں میں نور باقی رہتا ہے اور نہ ہی سماعت و قوت گویائی کام کرتے ہیں۔ حیات ظاہری کی طرح ایمانی و روحانی زندگی بھی قلب انسانی کے ساتھ وابستہ ہے۔ انبیاء و رسل علیہم السلام کے نظام تعلیم و تزکیہ سے قلب انسانی کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اولیاء و صوفیاء کی توجہ کا مرکز بھی قلب انسانی ہے۔ شعراء کی عشق و مستی اور ان کے کلام کی معنویت و گہرائی کا تعلق بھی قلب انسانی ہی سے ہے۔ کائنات قلب نہایت وسعت رکھتی ہے۔ "حدیقۃ القلب" معطر اور مہکتے پھولوں کی وسیع دنیا ہے اسی لئے انبیاء کرام اور اولیاء و شعراء نے قلب انسانی پر توجہ دی ہے۔ قلب انسانی اس قدر اہم ہے کہ رحمانی و شیطانی لشکروں کی معرکہ آرائی اور کشمکش کا میدان اور آماجگاہ اکثر یہی قرار پاتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام انسانی احوال کو سنوارنے آتے ہیں۔ ان کے لئے تعلیم و تزکیہ کا سامان کرتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معلم و مزکی بن کر تشریف لائے۔ کتاب و حکمت کی تعلیم کے ساتھ آپؐ نے تزکیہ و تربیت کا اہتمام فرمایا۔ آپؐ کی نظر میں تعلیم و تزکیہ کے باب میں سب سے زیادہ اہمیت انسانی قلب کی ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا **الا وان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت' فسد الجسد کلہ الا وھی**

☆ استاذ ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور

القلب (صحیح البخاری کتاب الایمان ج ۱' ص ۱۹) اصلاح و بگاڑ میں اگر جسد انسانی میں کسی چیز کی اہمیت ہے تو وہ قلب ہے۔ اللہ تعالیٰ انسانی شکلوں اور جسموں کو نہیں دیکھتا بلکہ اس کی نظر میں بھی اگر کوئی چیز اہمیت رکھتی ہے تو وہ ہے انسانی دل--- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان اللہ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی اعمالکم وقلوبکم (ابن ماجہ' کتاب الزہد ج ۲' ص ۱۳۸۸)

دور جاہلی کے مشہور عرب شاعر زہیر بن ابی سلمیٰ کے نزدیک بھی انسان دراصل دل ہی کا نام ہے۔ اس کا ایک شعر اس مفہوم کی خوب وضاحت کرتا ہے۔

لسان الفتی نصف ونصف فؤاده
فلم یبق الاصورة اللحم والدم
(معلقہ زہیر بن ابی سلمیٰ ص ۸۹)

"انسان کا نصف اس کی زبان ہے اور نصف اس کا دل' اس کے سوا جو باقی ہے وہ تو محض گوشت اور خون ہے۔"

مادے اور روح کی ثنویت اور انسانی شخصیت

مادے اور روح کی ثنویت کے باوجود انسان شئی واحد ہے۔ اس ثنویت کا ہرگز یہ مفہوم نہیں لیا جاتا کہ اخلاقی و قانونی ذمہ داریوں میں روح و مادے کو الگ الگ مسئول ٹھہرایا جائے گا بلکہ انسان ایک مجموعے کا نام ہے۔ روز مرہ کی گفتگو میں ہم انسان کو ایک اکائی تسلیم کرتے ہیں۔ انسانی وجود کو ایک شخصیت بنانے میں دل کا کردار اہم ہے۔ چنانچہ اظہار خیال کے مختلف مواقع پر انسان واحد متکلم کا صیغہ بولتا ہے اور اشارہ اپنے دل کی طرف کرتا ہے۔ امام فخرالدین رازیؒ جوہر نفس کی ماہیت کی بحث میں فرماتے ہیں "انا جئت" "انا انصرف" "انا سمعت" "انا فہمت" "انا فعلت" کہنے والا شخص لفظ انا بولتے ہوئے اپنے دل کی طرف اشارہ کرتا ہے جبکہ اس کے اس کلام سے مراد اپنی پوری شخصیت اور وجود ہوتا ہے جس کے تمام اعضاء دل کے مرکزی نقطے پر مجتمع ہو کر اس کو ایک شخصیت ظاہر کرتے ہیں۔ (کتاب النفس والروح-۲۷) امام فخرالدین رازیؒ جمہور محققین کا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں مذھب الجمھور من المحققین واصحاب المکاشفات ان القلب ھو رئیس المطلق لسائر الاعضاء (کتاب النفس والروح ص-۵۱) یوں دل کو تمام اعضاء پر برتری اور تفوق حاصل ہے۔ اور دل ہی انسانی شخصیت مادے و روح کا جامع ہے۔

قلب انسانی معارف و علوم کا مرکز و محل

علم و ادراک انسانی امتیاز ہے۔ اپنی اسی خصوصیت کی وجہ سے وہ دیگر حیوانات پر برتری رکھتا ہے۔ جسد انسانی میں علم و ادراک کا مرکز و محل قلب و ذہن میں سے کیا چیز ہے۔ اس بارے میں محققین کا قدرے اختلاف ہے۔ البتہ قرآن و سنت کے شواہد کے ساتھ راجح رائے یہ ہے کہ معارف و علوم کا مرکز قلب انسانی ہی ہے۔ امام فخرالدین رازیؒ فرماتے ہیں ان محل العلوم والادراکات ھو القلب (کتاب النفس والروح ص ۳۲) "عالم لاھوت" کا پاکیزہ سفیر جب عالم ناسوت کی رہنمائی کے لئے خالق کائنات کا پیغام لے کر آتا ہے تو اس وحی کا نزول انسانی قلب پر ہی ہوتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے وانہ لتنزیل من رب العالمین نزل بہ الروح الامین علی قلبک

(الشعراء-١٩٣) ایک دوسری آیت اس کی تائید کرتی ہے **قل من کان عدوا لجبریل فانه نزله علی قلبک** (البقرہ-٩٧) انوار الٰہیہ کے اس فیضان کے نتائج بھی قلب انسانی پر مرتب ہوتے ہیں کیونکہ تجلیات و اشارات الٰہیہ کو قبول کرنے کی صلاحیت بھی انسانی قلب ہی کے اندر و دیعت کی گئی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے **ان فی ذالک لذکری لمن کان له قلب او القی السمع وهو شهید** (ق-٣٧) حواس ایک ذریعہ ضرور ہیں لیکن دل بینا کی توجہ اور التفات کے بغیر فہم و قبولیت کا حصول ممکن نہیں ہے---- آیات آفاق و انفس انسان کے لئے رشد و ہدایت کا سامان کر رہی ہیں۔ یہ نشانیاں کرہ ارض پر بھی پھیلی ہوئی ہیں اور انسانی جان کے اندر بھی ان کو دیکھا جا سکتا ہے لیکن اس مقصد کا حصول بھی اسی وقت ممکن ہے جب قلب انسانی کے فہم و ادراک کے دروازے کھلے ہوں۔ خالق الکون نے فرمایا **اولم یسیروا فی الارض فتکون لهم قلوب یعقلون بها او اذان یسمعون بها** (الحج-٤٦) اس آیت کریمہ میں بھی استدراک و استدلال اور عقل و فہم کو قلب انسانی کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔

فکر و عمل میں قلب انسانی کا اشتراک

فکر و عمل کے باب میں قلب انسانی کا مثبت یا منفی اشتراک اس کے کردار کی حقیقی قدر و قیمت کا تعین کرتا ہے مثلاً قرآن مجید میں ارشاد ہوا **لا یواخذکم الله باللغو فی ایمانکم ولکن یواخذکم بما کسبت قلوبکم** (البقرہ-٨٩) ایک اور جگہ ارشاد ہوا **لن ینال الله لحومها ولا دماء ها ولکن یناله التقوی منکم** (الحج-٣٧) انسانی اعمال میں جو چیز مطلوب ہے وہ ہے تقویٰ اور محل تقویٰ قلب انسانی ہے۔ اس کی وضاحت بھی قرآن مجید کرتا ہے **اولئک الذین امتحن الله قلوبهم للتقوی** (الحجرات-٣) امر و نہی کا خطاب اور مسئولیت و جوابدہی کا بارگراں انسانی قلب پر ہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قوت و اختیار دل کے پاس ہے باقی اعضاء تو اس کے احکامات کی پیروی کرتے ہیں---- ارشاد الٰہی ہے **ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنه مسئولا** (الاسراء-٣٦) سمع و بصر کے ساتھ دل انسان کے لئے انتہائی قیمتی متاع ہے۔ فرمایا **وجعل لکم السمع والابصار والافئدة قلیلا ما تشکرون** (السجدہ-٩) اگر قلب انسانی پر مفادات و خواہشات کے بادل چھا جائیں تو یہی دل جہالت و غفلت کا محل بن جاتا ہے۔ انجام کار کے طور پر دل ایسے اندھے پن کا شکار ہوتا ہے کہ اسے کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ قرآن حکیم اسی کیفیت کو یوں بیان کرتا ہے **فانها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور** (الحج-٤٦) نفاق و انحراف کجی و گمراہی میں بھی قلب انسانی کا حصہ وافر ہوتا ہے۔ چند آیات قرآنیہ اس کی نشاندہی کرتی ہیں **یحذر المنافقون ان تنزل علیهم سورة تنبئهم بما فی قلوبهم** (التوبہ-٦٤) **کلا بل ران علی قلوبهم** (المطففین-١٤) **فی قلوبهم مرض** (البقرة-١٠) **ختم الله علی قلوبهم** (البقرہ-٧)

آفاق و انفس کی صورت میں آیات الٰہیہ تو ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں لیکن بسا اوقات انسانی قلب و نظر سے تفکر و تدبر کا کام نہیں لیتا۔ قرآن حکیم قلب انسانی کی اس کیفیت کی طرف یوں اشارہ کرتا ہے **لهم قلوب لا یفقهون بها ولهم اعین لا یبصرون بها** (الاعراف-١٧٩) ان کے دل ہیں کہ جس سے وہ سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں کہ جن سے وہ دیکھتے نہیں۔

ایمان اور قلب انسانی

قرآنی آیات سے اس بات کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ ایمان و اعتراف کا تعلق بھی قلب انسانی کے ساتھ ہے۔

توحید رسالت آخرت کا اقرار و اعلان بظاہر زبان سے بھی ضروری ہے لیکن جب تک اس اظہار کی پشت پر قلب کی گہرائی سے مہر تصدیق ثبت نہ ہو ایسا ایمان محض دعویٰ ہی ہو گا۔ ارشاد الہٰی ہے **قالت الاعراب امنا قل لا تقولوا امنا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم** (الحجرات۔۱۴) ایک اور جگہ حقیقت ایمان کو یوں واضح فرمایا **قالو امنا بافواھھم ولم تومن قلوبھم** (المائدہ۔۴۱) یعنی محض زبانی اقرار ہے دل تو ابھی ایمان نہیں لائے۔ ایمان کا تعلق چونکہ دل ہی کے ساتھ ہے۔ اسی لئے کسی جبر و اکراہ اور زبردست تشدد کے سامنے اگر کوئی شخص خلاف ایمان کسی بات کا اقرار کر لیتا ہے اور اس موقع پر اگر اس کا دل مطمئن ہے تو اس کا ایمان محفوظ و مامون ہے۔ ارشاد الہٰی ہے **الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان** (النحل۔۱۰۶)

جب ایمان انسانی قلوب کی زینت بنتا ہے تب ہی انسانی زندگیوں میں نیکیوں کی بہار آتی ہے۔ ایمان کے سطحی دعوے صرف ظاہری و عارضی تبدیلیوں کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر ہدایت و رشد کے انعام و احسان کا ذکر یوں فرمایا ہے **ولکن حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ھم الراشدون** (الحجرات۔۷) "لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لئے محبوب بنایا اور اس کو تمہارے دلوں میں اچھا کر کے دکھایا اور کفر گناہ اور نافرمانی سے نفرت بٹھا دی یہی لوگ نیک چلن ہیں۔"

قلب انسانی کی کیفیات و ثمرات

ایمان اور اس کے ثمرات کا حصول اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ قلوب کفر و عصیان اور رذائل اخلاق سے پاک نہ ہو جائیں۔ قلوب کی پاکیزگی انابت الی اللہ' ذکر و فکر' محاسبہ نفس' مسلسل توجہ اور دعا سے حاصل ہوتی ہے۔ قرآن مجید انسانی قلب کی مختلف کیفیات بیان کرتا ہے۔ ایسا دل قابل تعریف ہے جو ذکر الہٰی سے سکون پائے اور "قلب مطمئن" بن جائے۔ خالق کائنات اور مالک حقیقی کی خوشنودی کے حصول کے لئے متوجہ رہے اور "قلب منیب" قرار پائے۔ رذائل اخلاق سے چھٹکارا حاصل کرتے ہوئے' فضائل اخلاق سے مزین و آراستہ ہو کر "قلب سلیم" بن جائے۔۔۔ انسان اس عالم مادی میں نیکی و بدی کے ماحول کے اندر شدید کشمکش کی زندگی گزارتا ہے۔ ایک طرف مادی علائق اور خواہشات نفس ہیں۔ دوسری طرف کٹھن اور مشکل زندگی کے ساتھ ابدی زندگی کے بے پایاں انعامات اور رب کائنات کا لامتناہی فضل و کرم اس دوراہے پر دل کسی ایک راستے کا انتخاب کرتا ہے۔ اگر دل رضائے الہٰی کو مقصود ٹھہرائے اور آخرت پر نظر رکھے تو حدیقۃ القلب جن اوصاف عالیہ سے مزین ہو گا وہ یہ ہوں گے۔ ایمان' حب الہٰی' ذکر و دعا' اخلاص نیت' صبر و شکر' حمیت و شجاعت' ایثار و قربانی' محبت و مودت' رافت و رحمت وغیرہ۔ لیکن اگر دل اس عارضی دنیا کے باغ و بہار میں کھو جائے تو اس دل کے ثمرات اس سے بالکل مختلف ہوں گے۔ قلب انسانی' کفر و شرک' تکبر و ظلم' حسد و خیانت' نفاق و دو عملی' بغض و عناد' پست ہمتی' خوف اور حب دنیا جیسے رذائل کی آماجگاہ بن جائے گا۔ یہ کیفیات کائنات قلب کی ایسی تاریکیاں ہیں کہ جو انسان کو خالق و منعم حقیقی سے دور اور اس کی رحمتوں سے محروم کر دیں گی۔ مگر دنیا و آخرت کی کامرانی خوشی اور سکون کا تعلق اللہ کے ذکر خشیت الہٰی میں مضمر ہے۔ ارشاد الہٰی ہے **الذین امنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب** (الرعد۔۲۸) جو دل بن دیکھے اللہ کے خوف و خشیت میں مبتلا رہا اللہ اس کو عظیم ترین انعام سے نوازے گا۔ ارشاد الہٰی ہے **من خشی الرحمن بالغیب وجاء بقلب منیب ادخلوھا بسلام ذالک یوم الخلود** (ق ۳۳۔۳۴)

انسانی زندگی کا مقصود۔ قلب سلیم

خیر و شر، نیکی و بدی کی کشمکش کا میدان قلب انسانی ہے۔ پاکیزہ جذبات کی طرح وسوسے، شرور نفس، شیطانی اکساوے بھی قلب کے اندر ہی جنم لیتے ہیں۔ ظاہر و باطن میں جاری و ساری اس معرکہ آرائی میں اللہ کے حضور ایسا شخص کامران و سرخرو ہو گا جس نے قلبی امراض سے مکمل طور پر نجات حاصل کرلی۔ سلیم اور محفوظ دل لے کر بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوا۔ ارشاد الٰہی ہے **یوم لا ینفع مال ولابنون ۔ الا من اتی اللہ بقلب سلیم** (سورۃ الشعراء ۸۸۔۸۹) اس روز نہ مال کوئی فائدہ دے گا نہ اولاد بجز اس کے کہ کوئی شخص قلب سلیم لئے ہوئے اللہ کے حضور حاضر ہو۔ سید مودودیؒ ان آیات قرآنیہ اور قلب سلیم کی وضاحت یوں فرماتے ہیں: "قیامت کے دن اگر آدمی کے کام کوئی چیز آسکتی ہے تو وہ مال اور اولاد نہیں بلکہ صرف "قلب سلیم" ہے۔ ایسا دل جو کفرو شرک نافرمانی اور فسق و فجور سے پاک ہو۔" (تفہیم القرآن ج۳، ص ۵۶)

۔ احمد مصطفیٰ المراغی قلب سلیم کی وضاحت یوں کرتے ہیں **ای یوم لا یقی المرء من عذاب اللہ المال ولو افتدی بملا الارض ذھبا ولا البنون ولو افتدی بھم جمیعا ولکن ینفعہ ان یجی خالصا من الذنوب وادرانھا وحب الدنیا وشھواتھا** (تفسیر المراغی ج ۱۹ ص ۷۵) یعنی اس روز کسی شخص کو مال چاہے وہ پوری دنیا کا فدیہ کر دے اللہ کے عذاب سے نہ بچائے گا اور نہ ہی ولاد چاہے ان سب کو وہ فدیہ کر دے بلکہ جو بات اس کو نفع دے گی وہ یہ ہو گی کہ وہ گناہوں کی آلودگیوں، حب دنیا اور شہوات سے پاک دل کے ساتھ اللہ کے حضور پہنچے۔

شکوک و شبہات، انسانی قلب کو ایمان و یقین سے محروم کر دیتے ہیں۔ دل خیر کی تائید و توثیق کے بجائے برائیوں کو پروان چڑھاتا ہے۔ کفرو شرک بھی دراصل بے یقینی اور شک کے ثمرات ہی ہیں۔ شیخ التفسیر محمد ادریس کاندھلوی فرماتے ہیں "اس دن کی پریشانی اور رسوائی سے وہ شخص بچ سکے گا جو اللہ کے پاس کفرو شرک اور شکوک و شبہات سے سلامت دل لے کر حاضر ہو گا۔ جنیدؒ فرماتے ہیں سلیم کے معنی لغت میں مارگزیدہ کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ خوف خداوندی کی وجہ سے جس دل کی یہ کیفیت ہو کہ وہ مارگزیدہ کی طرح تلملاتا رہے تو وہ قیامت کے دن کامیاب ہو گا۔ (معارف القرآن ج ۵ ص ۲۳۱)

مال و اولاد انسان کے لئے شدید آزمائش ہیں اسی لئے دونوں کو فتنہ بھی قرار دیا گیا ہے۔ ان دونوں کی محبت میں مبتلا ہونا خلاف ایمان ہے۔ اہل ایمان تو اللہ سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔ انسانی قلب کی سلامتی یہ ہے کہ وہ مال و اولاد کی محبت کے فتنوں سے پاک ہو۔ چنانچہ محمود بن عمر زمخشری قلب سلیم سے مراد ایسا دل لیتے ہیں کہ جو مال و اولاد کی محبت اور کفرو معاصی کے جملہ امراض سے پاک ہو۔ **" الامن اتی اللہ بقلب سلیم" من فتنتہ المال والبنین ومعنی سلامتہ القلب، سلامتہ من افات الکفر والمعاصی (الکشاف الجزء الثالث ص۔ ۳۲۰)**

مفسرین کرام میں علامہ آلوسی اہم مقام رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک قلب سلیم سے مراد ایسا دل ہے جو کفرو نفاق، عقائد فاسدہ، دنیاوی خواہشات و لذات اور شرک و معاصی سے پاک ہو۔ اللہ کے احکامات کا پابند، اللہ کے بندوں کے لئے امن و آشتی اور اس کے دشمنوں کے خلاف نبرد آزما ہو۔ اللہ کا مطیع و فرمانبردار اور اس کی عبادت کا خوگر ہو۔ اپنی معروف تفسیر میں "قلب سلیم" کی تشریح وہ یوں کرتے ہیں۔

" الامن اتی اللہ بقلب سلیم" عن مرض الکفر والنفاق ضرورۃ اشترط نفع کل منھما بالایمان وکون المراد من القلب السلیم۔ القلب السلیم عن مرض الکفر والنفاق ھو الماثور عن ابن عباس ومجاھد وقتادہ وابن سیرین

وغیرهم۔ - - وقال الامام هو الخالی عن العقائد الفاسدة والمیل الی شهوات الدنیا ولذاتها ویتبع ذالک الاعمال الصالحات اذ من علامته سلامته القلب تاثیرها فی الجوارح۔ وقیل هو الذی سلم من الشرک والمعاصی وسلم نفسه لحکم الله تعالی وسالم اولیاء ، وحارب اعداء ، واسلم حیث نظر فعرف واستسلم وانقاد لله تعالی واذعن لعبادته سبحانه (روح المعانی الجزء التاسع عشر ص ۱۰۱)

علم تفسیر اور فکر و فلسفہ میں شہرت رکھنے والے امام فخرالدین رازیؒ کے نزدیک قلب سلیم سے مراد مال و اولاد کے فتنوں سے پاک دل ہے۔ ان کے نزدیک سلیم سے مراد تین معانی ہو سکتے ہیں۔

اما السلیم ففیه ثلاثته اوجه (الاول) هو الاصح ان المراد منه سلامته القلب عن الجهل والاخلاق الرزیلته وذالک لانه کما ان صحته البدن وسلامته عبارة عن حصول ما ینبغی من المزاج والترکیب والاتصال ومرضه عبارة عن زوال احد تلک الامور لکذالک سلامته القلب عبارة عن حصول ما ینبغی له وهو العلم والخلق الفاضل ومرضه عبارة عن زوال احدها۔ فقوله " الا من اتی الله بقلب سلیم" ان یکون خالیا عن العقائد الفاسدة والمیل الی شهوات الدنیا ولذاتها فان قیل فظاهر هذه الایته یقتضی ان من سلم قلبه کان ناجیا وانه لا حاجته فیه الی سلامته اللسان والید (جوابه) ان القلب موثر واللسان والجوارح تبع فلو کان القلب سلیما لکانا سلیمین لا محالته وحیث لم یسلما ثبت عدم سلامته القلب (التاویل الثانی) ان السلیم هو اللدوغ من خشیته الله تعالی (التاویل الثالث) ان السلیم هو الذی سلم واسلم وسالم واستسلم (التفسیر الکبیر الجزء الرابع والعشرون ص ۱۵۱)

ایک مفہوم تو اس کا یہ ہے کہ دل نہ صرف جہالت اور اخلاق رذیلہ سے پاک ہو بلکہ علم اور اخلاق فاضلہ سے آراستہ بھی ہو۔ عقائد فاسدہ اور دنیوی لذات و خواہشات سے پاک ہو۔ سلیم کی دوسری تاویل خشیت الہٰی ہے۔ تیسری تاویل یہ ہے کہ دل خود سلامتی والا ہو۔ دوسروں کے لئے اور باہم ایک دوسرے کے لئے امن و آشتی کا باعث ہو مزید یہ کہ وہ سلامتی کا طلبگار بھی ہو۔

قرطبی نے قلب سلیم کی وضاحت فرماتے ہوئے مختلف روایات نقل کی ہیں۔ شک اور شرک سے پاک دل "قلب سلیم" ہے۔ "قلب سلیم" سے مراد مومن کا دل ہے کیونکہ کافر اور منافق کا دل تو مریض ہی ہوتا ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے "فی قلوبهم مرض"۔ بدعت سے پاک اور سنت پر مطمئن دل' اللہ کے خوف سے مجروح دل' اوصاف ذمیمہ سے پاک اور اوصاف جمیلہ سے متصف دل' محمد بن سیرینؒ کے نزدیک قلب سلیم یہ ہے کہ انسان یہ جان لے کہ اللہ برحق ہے قیامت برپا ہونے والی ہے اور یہ کہ قبر والوں کو وہ اٹھا کھڑا کرے گا۔

القرطبی کے تفسیری نکات درج ذیل ہیں۔

" من اتی الله بقلب سلیم" ینفعه لسلامته قلبه وخص القلب بالذکر لانه الذی اذا سلم سلمت الجوارح' واذا فسد فسدت سائر الجوارح وقد تقدم فی اول " البقرة " واختلف فی القلب السلیم فقیل من الشک والشرک فاما الذنوب فلیس یسلم منها احد قاله قتاده وابن زید واکثر المفسرین وقال سعید المسیب " القلب السلیم الصحیح هو قلب المومن لان قلب الکافر والمنافق مریض قال الله تعالی " فی قلوبهم مرض" وقال ابو عثمان السیاری هو القلب الخالی عن البدعته' المطمئنته الی السنته وقال الحسن " سلیم من افته المال والبنین وقال الجنید: السلیم فی اللغته اللدوغ' فمعناه انه قلب کاللدوغ من خوف الله وقال الضحاک السلیم الخالص ای

الخالص من الاوصاف النميمتہ' والمتصف بالاصاف الجمیلتہ۔ - - - وقال محمد بن سیرین القلب السلیم ان یعلم ان اللہ حق' وان الساعتہ قائمتہ' وان اللہ یبعث من فی القبور وفی صحیح مسلم من حدیث ابی ہریرۃ عن النبیؐ قال یدخل الجنتہ اقوام افئدتھم مثل افئدہ الطیر۔ - - انھا مثلھا فی انھا خالیتہ من کل ذنب' سلیمتہ من کل عیب' لاخبرۃ لھم بامور الدنیا کماروی انس بن مالک قال رسول اللہؐ اکثر اھل الجنتہ البلہ ای البلہ عن معاصی اللہ قال الازہری الابلہ ھنا ھو الذی طبع علی الخیر وھو غافل عن الشر لا یعرفہ وقال القتبی البلہ ھم الذین غلبت علیھم سلامتہ الصدور وحسن الظن بالناس (الجامع لاحکام القران۔ الجزء الثالث عشر ص ۱۱۵)

طبری نے "قلب سلیم" کے متعدد مفاہیم روایت کئے ہیں۔ " یوم لا ینفع الا القلب السلیم والذی عنی بہ من سلامتہ القلب فی ھذا الموضع ھو سلامتہ القلب من الشک فی توحید اللہ والبعث بعد المماتہ۔ " اس روز تو صرف قلب سلیم ہی نفع دے گا اور قلب سلیم سے مراد یہ ہے کہ انسانی دل اللہ کی وحدانیت اور حیات بعدالموت کے بارے میں شک سے پاک ہو۔ قتادہ کے نزدیک قلب سلیم سے مراد "سلیم من الشرک" دل کا شرک سے محفوظ ہونا ہے اور ابن زید کے نزدیک قلب سلیم سے مراد " سلیم من الشرک فاما الذنوب فلیس یسلم منھا احد" یعنی دل کا شرک سے پاک ہونا مراد ہے کیونکہ گناہوں سے تو کوئی بھی پاک نہیں ہوتا۔ (طبری ج ۱۳ ص ۸۷)

ابن کثیر مشہور و معروف مفسر قرآن ہیں۔ انہوں نے قلب سلیم کے معنی و مفہوم کے لئے جلیل القدر صحابہ کرام و ائمہ عظام کے اقوال نقل کئے ہیں۔ خود ان کے نزدیک قلب سلیم سے مراد سالم من الدنس والشرک (تفسیر ابن کثیرج ۳ ص ۳۳۹)ایسا دل جو گناہوں کی آلودگی اور شرک سے پاک ہو۔

قرآن و حدیث انسان کی اس کیفیت کے شاہد وگواہ ہیں کہ برائیوں کا ارتکاب کرنے سے انسانی قلوب زنگ آلود ہو جاتے ہیں اور ان میں بگاڑ بھی آ جاتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون (سورۃ المطففین۔ ۱۴) "کبھی نہیں! بلکہ ان کے (برے) کاموں کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ چھا گیا۔

رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے ان العبد اذا اخطا خطیئتہ نکتت فی قلبہ نکتتہ سوداء فاذا ھو نزع واستغفر وتاب صقل قلبہ وان عاد زید فیھا حتی تعلو قلبہ (ترمذی کتاب التفسیر سورۃ المطففین ۵ / ۱۰۵) "بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں داغ کا ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے' پس اگر اس نے اپنے آپ کو الگ کر لیا اور خدا سے مغفرت مانگی اور توبہ کی تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اس نے پھر وہی گناہ کیا تو وہ داغ بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔"

خیر و شر کے رد و قبول اور نیکی و بدی کے لئے آزادی عمل کا تعلق انسانی قلب کے ساتھ ہے۔ عام طور پر انسان کا فہم و شعور درست کام کرتا ہے۔ وہ دینی و دنیوی حقائق کا ٹھیک ٹھیک ادراک کر لیتا ہے۔ اس کے ذہن میں کچھ بھی ابہام باقی نہیں رہتا لیکن پھر بھی حق کا اقرار و قبول نہیں ہو پاتا۔ دراصل انسانی ذہن کتاب کی مانند ہے جس کے اوراق پر توحید رسالت آخرت ایمان و عمل اور خیر و فلاح کے جملہ امور کی مکمل وضاحت ہو جاتی ہے۔ دماغی عمل جمع و تفریق کر کے اچھے اور برے اعمال کی قدر و قیمت اور دنیوی و اخروی نتائج کو صاف طور پر سامنے لے آتا ہے۔ لیکن رشد و ہدایت یا ضلالت و گمراہی میں کسی ایک کے انتخاب کا اختیار انسانی ذہن کے پاس

نہیں ہے بلکہ ہر دوراہوں میں سے کسی ایک راہ پر چلنے کا فیصلہ اول و آخر انسانی دل ہی کرتا ہے۔ اسی لئے حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام جب سرکش فرعون کو دعوت الی اللہ دینے چلے تو ان دونوں کو رب کریم نے یہ تلقین فرمائی کہ **فقولالہ قولا لینا (طہ۔ ۴۴)** کہ تم اس سے نرم بات کہنا۔ نرمی سے دل کے دروازے کھلتے ہیں۔ اس سے مروت و محبت کا رشتہ قائم ہوتا ہے جبکہ درشتی و سختی سے دل کی دوری بڑھتی ہے اور حق سے اعراض اور فرار کی کیفیت بڑھتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کریمانہ اخلاق سے بے شمار انسانوں کے قلوب کو فتح کر لیا۔ اس کی وجہ بھی قرآن کریم نے آپؐ کے دل کی نرمی' آپ کی رافت و رحمت کو قرار دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے **فبما رحمتہ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولک (ال عمران۔ ۱۵۹)** یعنی بے شمار انسان شمع رسالت کے گرد پروانوں کی طرح سے دیوانہ وار جمع ہو گئے تو اس کی وجہ دلائل و براہین کا انبار نہیں بلکہ ہادی برحق کی لوگوں پر شفقت و مہربانی ہے۔ آپ کے عفو و درگزر نے بے شمار انسانوں کے قلوب کو نور ایمان سے منور فرمایا۔ کہتے ہیں کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ پکارنے والے نے جب بھی اخلاص و محبت' درد و کرب کے ساتھ دل کے دروازے پر دستک دی ہے تو انسان کا پتھریلا باطن بھی موم کی طرح پگھلتا نظر آیا ہے۔

رسول اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے معرفت کو دل کا عمل قرار دیا ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے۔ **انا اعلمکم باللہ وان المعرفتہ فعل القلب لقول اللہ تعالی ولکن یواخذکم بما کسبت قلوبکم (صحیح البخاری ج ۱' ص ۱۰)** مگر کسی برے عمل پر مواخذے کا انحصار دل کی شرکت پر ہے۔

علم نور ہے اور رشد و ہدایت کا سامان بھی ہے لیکن صرف وہی علم نفع بخش ہے کہ جس کا تعلق انسانی قلب کے ساتھ ہو۔ حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا **العلم علمان فعلم فی القلب فذالک علم نافع وعلم علی اللسان فذالک حجتہ اللہ عزوجل علی ابن ادم (دارمی ص۔ ۱۰۲)** یعنی علم کا تعلق اگر محض زبان کی حد تک رہے اور وہ قلب کی گہرائی تک نہ اترے تو ایسا علم انسان پر اللہ کی حجت تو ضرور ہے مگر نفع و ہدایت کا باعث ہرگز نہیں ہے۔ گویا علم کا تعلق اگر قلب انسانی سے قائم نہیں ہوتا تو وہ حقیقی ثمرات سے خالی رہتا ہے۔

حیات القلوب

زندگی تو بس دل ہی کی زندگی ہے۔ اگر دل زندہ نہیں تو حیات انسانی کے دونوں سوتے خشک ہو جاتے ہیں۔ انسان کا خاتمہ ہو جاتا ہے البتہ انسان نما حیوان ضرور چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔ بے نور و بے روح انسان بے کیف زندگی کے ساتھ اللہ کی زمین پر اک بوجھ بن کر حیوانی زندگی کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی قلب کو شقاوت و قساوت سے بچانے کے لئے ہدایت و رہنمائی دی ہے۔ آپؐ کا ارشاد گرامی ہے **لا تکثروا الکلام بغیر ذکر اللہ فان کثرۃ الکلام بغیر ذکر اللہ قسوۃ القلب وان ابعد الناس من اللہ القلب القاسی** (کنز العمال ج ۱' ص۔۲۴۷) "اللہ کے ذکر کے سوا کثرت کلام سے بچو کیونکہ اللہ کے ذکر کے سوا کثرت کلام قساوت قلب کا باعث ہے اور انسانوں میں اللہ سے سب سے زیادہ دور سخت دل انسان ہے۔"

قرآن و حدیث کی تعلیمات میں تقویٰ کی اس قدر تلقین کی گئی ہے کہ ہدایت و تقویٰ یا ایمان و تقویٰ' لازم و ملزوم قرار دیئے جا سکتے ہیں تمام تر عبادات کی روح تقویٰ ہے۔ ایک ایسی دنیا میں کہ جہاں ہر قدم پر خواہشات کا طوفان اور شیطان کی ترغیبات انسان کی بربادی کا سامان کرنے کے لئے موجود ہوں اور انسان ایک کٹھن مرحلے سے

گزر کر اللہ کی خوشنودی چاہتا ہو اور اس جنت کی طرف بڑھ رہا ہو تو اس مرحلے پر تقویٰ کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ آزمائش کے ان مراحل سے سلامتی کے ساتھ گزرنے کی ایک ہی سبیل ہے جس کی نشاندہی رسول اکرمؐ نے فرمائی ہے کہ انسانی تقویٰ کو زادراہ بنائے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا **خیر الزاد التقوی وخیر ما القی فی القلب الیقین** (کنز العمال ج ۳، ص ۹۰) بہترین زاد راہ تقویٰ ہے اور بہترین چیز جو دل میں ڈالی گئی وہ یقین ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دل کی حفاظت کے لئے متعدد دعائیں بھی منقول ہیں، کہ ایمان و عمل کے ساتھ آپ اکثر دعا بھی فرماتے رہتے اور دوسروں کو اسکی تلقین بھی فرمایا کرتے۔ ایک دفعہ آپؐ نے تنبیہہ فرمائی اور شیطان کے ایک عمل سے ڈرایا۔ فرماتے ہیں **ان الشیطان واضع خطمہ علی قلب ابن ادم فان ذکر اللہ خنس وان نسی التقم قلبہ** (کنز العمال ج ۱، ص ۴۱۸) شیطان ابن آدم کے دل پر نکیل ڈال دیتا ہے اگر وہ اللہ کا ذکر کرے تو وہ (شیطان) چھپ جاتا ہے اور اگر وہ اللہ کو بھول جائے تو وہ اس کے دل کو نگل جاتا ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے **کان النبی یکثر ان یقول یامقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک فقلو یا رسول اللہ امنا بک وبما جئت بہ فھل تخاف علینا؟ فقال رسول اللہ ھکذا واشار باصبعہ** (کنز العمال ص۔ ۳۹۴)

"رسول اکرمؐ اکثر یہ دعا کرتے اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر جما دے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا اے اللہ کے رسول ہم آپؐ پر ایمان لائے اور جو کچھ آپؐ لے کر آئے اس پر بھی تو کیا آپؐ ہمارے بارے میں ڈرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اور پھر اپنی انگلی سے دل کی طرف اشارہ فرمایا"—— اللہ تعالیٰ نے انسان کو محدود اختیار اور کچھ مہلت عمل ضرور دے رکھی ہے لیکن دراصل جو قوت و صلاحیت انسان کے پاس ہے۔ وہ انسان کے پاس اللہ کی امانت ہے۔ اس سب کچھ کا حقیقی مالک، خالق کائنات ہی ہے۔ انسانی دل کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ اس کی ہر دھڑکن اللہ رب العزت کے قبضہ قدرت میں ہے۔ ارشاد الٰہی ہے **واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ** (الانفال۔ ۲۴) اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی وضاحت یوں فرماتے ہیں "یعنی حکم بجا لانے میں دیر نہ کرو شاید تھوڑی دیر بعد دل ایسا نہ رہے۔" اپنے دل پر آدمی کا قبضہ نہیں بلکہ دل خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جدھر چاہے پھیر دے۔ بے شک وہ اپنی رحمت سے کسی کا دل ابتداء" نہیں روکتا نہ اس پر مہر کرتا ہے۔ ہاں جب بندہ امتثال احکام میں سستی اور کاہلی کرتا رہے تو اس کی جزاء میں روک دیتا ہے یا حق پرستی چھوڑ کر ضد و عناد کو شیوہ بنا لے تو مہر کر دیتا ہے۔" (تفسیر شبیر احمد عثمانی ص۔۲۳۸)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی یہی رہنمائی کرتے ہیں کہ قلوب انسانی اللہ تعالیٰ لاشریک کے قبضے میں ہیں۔ ایک بار آپ اپنی زوجات میں سے ایک سے فرما رہے تھے **یا ام سلمہ انہ لیس ادمی الا وقلبہ بین اصبعین من اصابع اللہ فمن شاء اقام ومن شاہ ازاغ** (کنز العمال الجزء الاول ص۔ ۲۳۲) "اے ام سلمہ کوئی آدمی ایسا نہیں کہ جس کا دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان نہ ہو۔ پس جسے چاہتا ہے سیدھا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ٹیڑھا کر دیتا ہے۔" ابن جریر الدسلمی سے روایت ہے۔ آپؐ نے فرمایا **الموازین بید اللہ یرفع قوما ویضع قوما وقلب ابن ادم بین اصبعین من اصابع الرحمن اذا شاء ازاغہ واذا شاء اقامہ** (کنز العمال الجزء الاول ص۔ ۲۳۳) "میزان اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ کسی قوم کو سربلند کرتا ہے اور کسی کو پست کرتا ہے اور ابن آدم

کا دل رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ جب چاہے اس کو ٹیڑھا کر دے اور جب چاہے اسے سیدھا کر دے۔ انسان اگر اللہ کی نافرمانی اور برائی کی راہ پر چلے تو اس کا اثر و اظہار لوح قلب پر بھی ہوتا ہے۔ آئینہ دل نہایت شفاف و حساس ہے۔ لہٰذا پورے جسد انسانی میں گناہ کی تاریکی و سیاہی اسی مرکز پر نمودار ہوتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے **ان العبد اذا اخطا خطیئته نکتت فی قلبه نکتته سوداء فاذا هو نزع واستغفر وتاب صقل قلبه وان عاد زید فیها حتی تعلو قلبه** (ترمذی کتاب التفسیر' سورۃ المطففین ج ۵' ص ۴۳۴) "بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں داغ کا ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے تو اگر اس نے اپنے آپ کو اس سے علیحدہ کر لیا اور خدا سے مغفرت مانگی اور توبہ کی تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر اس نے پھر وہی گناہ کیا تو وہ داغ بڑھ جاتا ہے اور یہاں تک کہ وہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔"

نیکی و بندی کی کشمکش میں دل کا کردار نہایت اہم ہے۔ انسان مکلف و جوابدہ ہے اور جو کچھ اختیار اس کو دیا گیا ہے اس کا استعمال دل ہی کو کرنا ہوتا ہے لہٰذا دل کی دنیا کو سنوارنے اور شیطانی چالوں سے اس کو محفوظ رکھنے کے لئے مسلسل نگہداشت اور توجہ کی ضرورت ہے۔ انسان کے پاس بڑا حوصلہ اور ہمت ہے لیکن جب تک اس معرکہ آرائی میں جس کی کامیابی و ناکامی پر آخرت کے عذاب و ثواب اور اللہ کی ناراضگی و خوشنودی کا انحصار ہے۔ خالق کائنات کو اپنا شریک حال نہیں کرتا۔ ساتھی نہیں بناتا اس کے حضور دعا و التجا نہیں کرتا تو قوی امکان یہی ہے کہ وہ دنیا و آخرت کو بگاڑ بیٹھے گا۔۔۔سلامتی قلب کے لئے فکر و عمل کی پاکیزگی کے ساتھ یقیناً اللہ کی مدد اور اس پر توکل ہی ایک ایسا راستہ ہے کہ جس سے دنیا و آخرت کی کامرانیوں اور سعادتوں کے دروازے کھل سکتے ہیں۔ رب کائنات سے بغاوت و روگردانی' گناہوں کا مسلسل ارتکاب اور سرکشی انسان کو اللہ سے دور کر دیتے ہیں اور ان حالات میں خالق کائنات بندوں کی پکار نہیں سنتا۔ اسی طرح پاکیزہ اور حلال رزق کو چھوڑ کر اگر کوئی شخص لقمہ حرام اپنے پیٹ میں اتارتا ہے تو ایسے لقمے اور غذا سے انسانی رگوں کے اندر حرام خون گردش کرتا ہے۔ قلب انسانی میں میل اور سیاہی پیدا ہونے لگتی ہے۔ قلوب میں انوار الٰہیہ قبول کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی بلکہ ایسے قلوب شیطانی وسوسوں کے لئے موزوں و مناسب قرار پاتے ہیں تب انسانی قساوت قلبی کا شکار ہو جاتا ہے۔ نہ دل سے دعا نکلتی ہے اور نہ ہی اللہ بندے کو اس کی توفیق دیتا ہے۔

قرآن حکیم انسان کی اس قساوت قلبی کا تذکرہ یوں کرتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے

ثم قست قلوبهم من بعد ذالک فهی کالحجارة او اشد قسوة وان من الحجارة لما یتفجر منه الانهار وان منها لما یشقق فیخرج منه الماء وان منها لما یهبط من خشیته الله وما الله بغافل عما تعملون (البقرہ۔ ۷۴)

قساوت میں انسانی قلوب کو پتھروں سے تشبیہ دی بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت کہا کیونکہ بسااوقات پتھروں سے دریا اور پانی کے چشمے ابل پڑتے ہیں اور پتھر بھی اللہ کی خشیت سے گر پڑتے ہیں۔ قلوب کی اسی قساوت اور دنیوی و اخروی شقاوت سے بچنے کے لئے فکرو عمل کی پاکیزگی کے ساتھ ضروری ہے کہ انسان اللہ رب العزت کے حضور اپنے ہاتھ دعا کے لئے ہمیشہ بلند کرتا رہے کہ وہی خالق و مالک اور مصرف القلوب ہے۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هدیتنا وهب لنا من لدنک رحمته انک انت الوهاب (ال عمران۔ ۸)

مراجع

	القران الحکیم	
ابن کثیر اسماعیل الحافظ عماد الدین	تفسیر القران العظیم	سہیل اکیڈمی لاہور ۱۳۹۳ھ
احمد مصطفی المراغی	تفسیر المراغی	مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی مصر ۱۳۶۵ھ
الوسی شہاب الدین محمود	روح المعانی	ادارہ الطباعۃ المنیرۃ بیروت
ابن ماجہ محمد بن یزید القزوینی	سنن ابن ماجہ	المکتبۃ العلمیۃ بیروت
البخاری محمد بن اسماعیل	صحیح البخاری	دارالفکر بیروت ۱۹۸۱ء
الترمذی محمد بن عیسی	الجامع الصحیح سنن الترمذی	احیاء التراث العربی بیروت ۱۹۸۳ء
الدارمی عبداللہ بن عبدالرحمان	سنن الدارمی	مطبعۃ الاعتدال بدمشق ۱۳۴۹ھ
الرازی محمد بن عمر فخرالدین	التفسیر الکبیر	مطبعۃ البھیۃ المصریۃ
" " "	کتاب النفس والروح	معھد الابحاث الاسلامیہ اسلام اباد ۱۳۶۵ھ
الزمخشری محمود بن عمر	الکشاف	مطبعۃ الاستقامۃ القاھرہ
زھیر بن ابی سلمی	شرح معلقات السبع للزوزنی	دار صادر بیروت ۱۳۷۷ھ
الطبری محمد بن جریر	جامع البیان عن تاویل ای القران	مصر ۱۳۸۸ھ
علاء الدین علی المتقی بن حسان الدین الہندی	کنز العمال	موسستہ الرسالۃ بیروت ۱۳۹۹ھ
کاندھلوی محمد ادریس	معارف القران	مکتبہ عثمانیہ جامعہ اشرفیہ لاہور ۱۹۸۲ء
مودودی ابوالاعلی سید	تفہیم القران	مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور ۱۹۷۶ء

العلمُ أنفَسُ شيء انت داخره — من يدرس العلم لم تُدرَسْ مفاخره

أقبل على العلم واستقبل مقاصده — فأول العلم إقبال وآخره

وقد قال الإمام الشافعي رحمه الله:

شكوت إلى وكيع سوء حفظي — فأرشدني إلى ترك المعاصي

وذلك أن حفظ العلم نور — ونورُ الله لا يؤتى لعاصي

قيل للسعادة أين تسكنين؟

قالت: في قلوب الراضين.

قيل: فبم تتغذين؟

قالت: من قوة ايمانهم.

قيل: فبم تدومين؟

قالت: بحسن تدبيرهم.

قيل: فبمس تستجلبين؟

قالت: ان تعلم النفس ان لن يصيبها إلا ما كتب الله لها.

قيل: فبم ترحلين؟

قالت: بالطمع بعد القناعة، وبالحرص بعد السماحة، وبالهم بعد السرور وبالشك بعد اليقين.